۲۲ر نومبر ۱۹۷۳ء

ہفتہ وار

ہماری زبان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲
فون نمبر ۲۹

ایڈیٹر
آل احمد سرور

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی ۲۰ پیسے

جلد ۲۲ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۳۴

آل احمد سرور

سلام کی یاد میں

باون سال کی عمر میں سلام مچھلی شہری کی موت بڑا دلدوز سانحہ ہے۔

سلام مچھلی شہری ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۵ء سے ہی ان کی شاعری ادبی حلقوں کو متوجہ کرنے لگی تھی۔ ان کی نظموں کا ایک مجموعہ "وسعتیں"، غزلوں کا ایک مجموعہ "پائل"، ایک ناول "بازو بند کھل کھل جائے" اور ان کے کلام کا انتخاب انجمن ترقی اردو ہند سے عرصہ ہوا شایع ہو چکے تھے۔ مگر ان سے سلام کی شاعری کی کیفیت وکمیت کا پورا اندازہ نہیں ہوتا۔ سلام نے اردو شاعری میں کئی خوشگوار تجربے کئے۔ انھوں نے ریڈیو کے سلسلے سے نثری اور منظوم ڈرامے لکھے اور زندگی کے ہر موڑ پر جذبے اور کیفیت سے معمور نظمیں کہیں۔ ان کی ساری نظمیں اور غزلیں جمع کی جائیں تو ایک اچھا خاصا دفتر ہو جائے گا۔ ان میں سے یقیناً ایک بہت اچھا انتخاب کیا جا سکتا ہے۔

سلام کو میں تقریباً تیس سال سے جانتا تھا۔ لکھنؤ کے قیام میں تو ان سے قریب قریب روز ہی ملاقات ہوتی تھی۔ ان کی معصومیت، خلوص، والہانہ پن، زود رنجی اور احباب کی ان سے چھیڑ چھاڑ کے قصے یاد آتے ہیں تو دل پر بڑی چوٹ لگتی ہے۔ ۱۹۵۵ء کے بعد میں لکھنؤ سے علی گڑھ آ گیا اور وہ دلی چلے آئے مگر لکھنؤ اور لکھنؤ کی شاموں سے ان کا عشق برقرار رہا۔ سلام کی فطرت میں رومانیت اور غنائیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کے اشعار اپنے احساس کی رنگینی اور جذبے کی بے ساختگی کی وجہ سے فوراً اپنی طرف متوجہ کر لیتے تھے۔ ان کے یہاں رطب و یابس بھی ہے، کس کے یہاں نہیں ہوتا؟ مگر ان کی کئی نظمیں جدید اردو شاعری کے ہر انتخاب میں بہرحال جگہ پائیں گی۔ سلام کے مزاج میں ایک طرح کا بچپن آخر تک رہا۔ وہ بعض اوقات ذرا سی بات پر بدگمان ہو جاتے تھے۔ مگر چونکہ دل کے اچھے تھے اس لئے جلد ہی یہ کدورت دور بھی ہو جاتا تھا۔ وہ سچے محب وطن اور سچے ہندوستانی تھے اور اس کے ساتھ ساتھ انسان دوست بھی تھے۔ جدید ترین تجربات سے بھی انھیں چڑ نہ تھی بلکہ انھیں ہمدردی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایک زمانے میں ان کی رندی کے بہت سے افسانے مشہور تھے مگر آخر میں راہ راست پر آ گئے تھے۔ ان کے اندر وہ بے اطمینانی برابر رہی تو ایک سچے فنکار ...

ہوتی ہے۔ اُن کو جب پدم شری کا خطاب ملا تو بڑے خوش ہوئے۔ کچھ لوگ ایسے موقعوں پر زیادہ محتاط رویہ اختیار کرتے ہیں، مگر سلام کا ظاہر اور باطن ایک تھا۔ وہ فطرتاً خوابوں کی دنیا میں رہنے والے تھے مگر روزمرہ زندگی کے حقائق اور روٹی روزی کے مسائل سے جب سابقہ پڑا تو انھوں نے ہمت نہیں ہاری اور ہنس ہنس کر سرد و گرم سہتے رہے، مگر یرقان کے موذی مرض نے بالآخر انھیں زیر کر ہی لیا۔ سلام کی آخری غزل کے یہ چند شعر اُن کے بے شمار قدردانوں کے لئے ایک یادگار تحفہ ہیں:۔

اب عیادت کو مری کوئی نہیں آئے گا
پھر ہوں بیمار کسی کو نہ یقیں آئے گا
غم مسلسل ہو تو احباب بچھڑ جاتے ہیں
اب نہ کوئی دلِ تنہا کے قریں آئے گا
اپنے خوابوں کے دریچوں میں جلاؤ شمعیں
اور یہ سوچو کہ اک ماہ جبیں آئے گا
پھر نگارِ چمنِ وادیٔ فردا سے بہار
گل بدوش و مہ و انجم بہ جبیں آئے گا
روز پوجا کے لئے پھول سجاتا ہے سلام
جانے کب اُس کا خدا سوئے زمیں آئے گا

جانے والے تو تو خوابوں کے دریچوں سے پار چلا گیا مگر تیری یاد، تیرے اَن گنت احباب اور دوستوں کے دل میں ایک کسک بن کر رہے گی۔

اردو پبلشروں اور ناشروں سے اپیل

انجمن ترقی اردو کی کل ہند کانفرنس کے موقع پر آزادی سے اب تک شائع ہونے والی اردو کتابوں کی ایک نمائش کی جائے گی۔ تاکہ اس مدت میں اردو کتب کی طباعت و اشاعت کے کاموں میں جو توسیع و ترقی ہوئی ہے اُس کا اندازہ ہو سکے۔ نامساعد حالات کے باوجود مختلف علاقوں کے پبلشروں نے اردو کی علمی و ادبی کتابیں شائع کر کے اس زبان کی جو گرانقدر خدمت انجام دی ہے یہ نمائش اس کا ثبوت ہوگی۔ نمائش میں تخلیقی ادب کی نمائندہ کتب کے ساتھ ساتھ سماجی اور سائنسی علوم اور دوسرے اہم موضوعات پر شائع ہونے والی کتابوں کو نمایاں اہمیت دی جائے گی۔

گزشتہ چوتھائی صدی میں جن پبلشروں، اداروں یا افراد نے اردو کتابیں شائع کی ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ ہر کتاب کی ایک ایک جلد بھیج کر اس نمائش کو کامیاب بنائیں۔ نمائش کے بعد ان کی کتاب انجمن ترقی اردو (ہند) کے کتب خانہ کو ان کا ہدیہ تصور کی جائے گی۔ پبلشروں کی ہدایت کے مطابق بعض قیمتی اور کمیاب کتابیں واپس بھی کی جا سکتی ہیں۔ نمائش کمیٹی اس پر بھی غور کر رہی ہے کہ بعض بڑے پبلشروں کو اپنے اسٹال لگانے کی بھی سہولت دی جائے۔

پتہ: قمر رئیس (کنوینر نمائش کمیٹی) کے ۱۹ ماڈل ٹاؤن دہلی ۹-

سلام مچھلی شہری کا انتقال

بڑے رنج و ملال کے ساتھ یہ خبر سپرد قلم کی جا رہی ہے کہ اردو کے مشہور شاعر سلام مچھلی شہری کا طویل علالت کے بعد دہلی کے ولنگڈن ہوسپٹل میں ۱۹ر نومبر کو انتقال ہو گیا۔ اُن کی عمر ۵۲ برس کی تھی۔ عرصہ سے وہ دل و جگر کے مریض تھے۔

مرحوم جدید اردو شاعری میں بلند درجہ رکھتے تھے۔ ان کے کلام کے متعدد مجموعے شائع ہو کر خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی ادبی خدمات کے صلہ میں حکومت ہند نے ان کو پدم شری کے اعزاز سے نوازا تھا۔

مرحوم تیس سال سے زیادہ عرصہ تک آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ رہے۔ کئی سال سے وہ اردو سروس میں پروڈیوسر تھے۔

ادارہ "ہماری زبان" انتہائی رنج و ملال کے ساتھ مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے۔

(ادارہ)

کل ہند غیر مسلم اردو مصنفین کانفرنس کے کھلے اجلاس کی کارروائی

۱۵ر نومبر کے ہماری زبان میں مندرجہ بالا کانفرنس کی کچھ مختصر خبریں شائع ہوئی ہیں۔ یہاں ملک کے مایہ ناز ادیب جناب کرشن چندر کی صدارت میں کانفرنس کے کھلے اجلاس کی روداد قارئین ہماری زبان کی معلومات کے لئے پیش کی جاتی ہے۔ (ادارہ)

کرشن چندر کا خطبۂ صدارت

کسی بھی زبان کے ادب کو مذہبی خانوں میں نہیں بانٹا جا سکتا۔ بلاشبہ مختلف ادیب مختلف مذہبی گھرانوں میں پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے رسم و رواج کی تقلید کرتے ہیں، مذہبی خیالات بھی رکھتے ہیں۔ لیکن جب وہ مذہب سے ادب کی جانب قدم بڑھاتے ہیں اور ادبی تخلیق کی سرزمین پر قدم رکھتے ہیں تو ان کی شخصیت ہی بدل جاتی ہے۔ ادبی سانچے مذہبی سانچوں سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ ان کی نوعیت عمل اور حرکت کا پیمانہ بھی دوسرا ہوتا ہے۔ اسی لئے جب فراق گورکھپوری یا سردار جعفری کا تصور کرتے ہیں، عصمت چغتائی یا رام لعل کا حیات اللہ انصاری یا ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا۔ تو آپ کے ذہن میں فوراً جو چہرہ ابھرتا ہے، وہ ان کے باطن کا چہرہ ہے۔ ایک شاعر کا یا افسانہ نگار کا یا تنقید نگار کا۔ اور یہی چہرہ اعلا اور صالح ادب کا چہرہ ہے۔ زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور اردو زبان کا بھی کوئی مذہب نہیں ہے۔

اردو زبان سے اگر آپ نسیم، نگم، سرور، سرشار، چکبست، پریم چند، فراق گورکھپوری، تلوک چند محروم، راجندر سنگھ بیدی، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اور ان کے ساتھ سیکڑوں دوسرے ہندو، سکھ، عیسائی مذہبی گھرانوں میں پرورش پانے والے ادیبوں، شاعروں، افسانہ نگاروں، تنقید نگاروں کی تخلیقات نکال دیں تو اردو ادب کتنا تہی دست ہو جائے گا اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ہندی ساہتیہ سے اگر آپ رحیم، رس خان، جائسی، عالم اور بہت سے مسلم گھرانوں میں پرورش پانے والے شاعروں اور ادیبوں کو بے دخل کر دیں تو ہندی ساہتیہ کتنا نامکمل رہ جائے گا۔ اس کا اندازہ بھی ہندی سے پیار کرنے والے بخوبی کر سکتے ہیں اور یہ عمل صرف اردو ہندی تک محدود نہیں ہے۔ مذہب، تہذیب اور کلچر کی یہ رنگا رنگی آپ کو ہندوستان کی ہر زبان میں ملے گی۔ ہر مکود کے ساتھ ایک نذر الاسلام بھی ہے۔

سیاسی سازش

پھر اس ادبی کانفرنس کے ساتھ "غیر مسلم" کا لفظ کیوں جوڑ دیا گیا ہے؟ اس کی وجہ ادبی نہیں ہے۔ سیاسی ہے۔ اور یہ سیاست ہماری لائی ہوئی نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کی پیدا کردہ ہے جو اردو زبان کو ہندوستان سے بے دخل کر دینا چاہتے ہیں یہ کہہ کر کہ اردو پاکستانی زبان ہے صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ اس کی لپی امپورٹیڈ ہے۔ اس کی شاعری اس لئے گردن زدنی ہے کہ وہ نیشنل کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے۔ یہ کانفرنس اسی سیاسی سازش کا جواب دینے کے لئے بلائی گئی ہے۔ میرے سامنے اور آپ کے سامنے اس ڈائس پر اور اس ہال میں سیکڑوں ادیب ہندو اور سکھ اور عیسائی گھرانوں میں پرورش پانے والے ادیب اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ اردو زبان صرف مسلمانوں کی نہیں ہے وہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کی زبان بھی ہے۔ اس کا ادب صرف مسلمانوں کا ادب نہیں ہے۔ سب فرقوں کا مشترک ادب ہے۔

یہ زبان صرف ان معنوں میں امپورٹڈ ہے کہ ہم نے نہیں بلکہ پاکستان نے اسی کو یہاں سے امپورٹ کیا ہے ورنہ اس زبان کی ساری جڑیں پھل پھول اور شاخیں اس دیس کی مٹی کے گن گاتی ہیں۔ اردو زبان کوئی باہر کی زبان نہیں ہے اس دیس کی چھٹی بڑی زبان ہے جسے اس مردم شماری میں تین کروڑ کے قریب لوگوں نے اپنی مادری زبان لکھوایا ہے۔ یہ ایک دیش بھگت محب الوطن زبان ہے جس میں آپ کو پلاسی کی لڑائی سے لے کر بنگلہ دیش کے آزاد ہونے تک، ہماری قومی زندگی کے ہر موڑ کا ذکر ملے گا۔ اس زبان کی حفاظت کرنا ہر ہندوستانی کا فرض ہے اور جو لوگ اردو زبان سے نفرت کرتے ہیں یا اس کے وجود سے انکار کرتے ہیں وہ ہماری مشترک تہذیب، کلچر سے انکار کرتے ہیں وہ صرف اردو زبان کے دشمن نہیں ہیں وہ سارے ہندوستان کے دشمن ہیں۔

یہ کانفرنس صرف اسی مخصوص مقصد کے لئے

بلائی گئی ہے۔ ہمارا مقصد کسی کا الکشن جتانا نہیں ہے۔ ہم اس پلیٹ فارم سے اردو کا کیس ہندوستانی جمہوریت کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ کانگریسی ہماری آواز ہیں اور کمیونسٹ بھی جن سنگھی بھی اور سوتنتر پارٹی کے لوگ بھی، سوشلسٹ پارٹی کے افراد بھی اور مارکس وادی بھی، مجلس مشاورت کے ممبر بھی اور ہندو مہاسبھا کے انویائی بھی۔ اردو زبان کے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں اور اردو زبان سب سیاسی پارٹیوں سے اپنا حق مانگتی ہے۔

یہ کانفرنس اس مقصد کے لئے نہیں بلائی گئی ہے کہ یہاں ہم اردو کے نان مسلم ادیبوں کو بڑھاوا دیں۔ ہم اردو ادب میں تو کیا کسی ادب میں، اس سلوک کو روا نہیں رکھیں گے کہ یہ ہندو ادب ہے، یہ مسلم ادب ہے، یہ سکھ ادب ہے، یہ جاٹ ادب ہے، یہ راجپوت ادب ہے، یہ پچھڑے نثر نگاروں کا ادب ہے، یہ پچھڑے شاعروں کا ادب ہے۔ ادب کو اس طرح خانوں میں بانٹنے کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اسی لئے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اس کانفرنس کے بعد اس انجمن کو کوئی مستقل تنظیمی شکل نہیں دی جائے گی۔ یہ کانفرنس صرف اس لئے بلائی گئی ہے کہ اردو زبان کے مخالفوں کی طرف سے اس زبان پر جو فرقہ واریت کا لیبل لگایا جاتا ہے ہم اس کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیں گے۔

مضحکہ خیز

رہی امپورٹڈ ہونے کی بات تو مجھے یہ بات بڑی مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ میں خود امپورٹڈ ہوں اور مجھے اس ہال میں جتنے چہرے نظر آتے ہیں سب امپورٹڈ معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی آریائی نسل سے ہے۔ تو کوئی منگول نسل سے تو کوئی سامی النسل ہے۔ اور اگر آپ ہر امپورٹڈ چیز کو نکال باہر کریں گے تو یہاں کون محفوظ رہ جائے گا۔ سارے شمالی ہند کو آریائی نسل کے آدمیوں سے خالی کرانا پڑے گا مع ان کے دھرم کے۔ سارے مسلمانوں کو بے دخل کرنا پڑے گا مع ان کے مذہب کے۔ ایک کروڑ عیسائی بھی جائیں گے مع اپنے انجیلوں کے۔ بس باقی رہ جائیں گے اس ملک کے آدی باسی۔

پھر کس کس کو امپورٹڈ سمجھ کر باہر نکالو گے۔ یہ مائیکروفون امپورٹڈ ہے۔ ریل گاڑی امپورٹڈ ہے، ہوائی جہاز امپورٹڈ ہے۔ کلاتھ مل امپورٹڈ ہے۔ بجلی گھر امپورٹڈ ہے۔ ناول، مختصر کہانی، شعر کے تمام نئے فارم امپورٹڈ ہیں۔ کیا کیا کہاں کہاں سے کس کس جگہ سے نکال باہر کرو گے۔ پھر آج تو ساری دنیا ایک ہو رہی ہے۔ جتنی دیر میں یہ مقالہ پڑھ نہیں لیتا ہوں، اتنے عرصہ میں تو ایک راکٹ ساری دنیا کا چکر لگا لیتا ہے۔ اب کوئی باہر کا نہیں رہا۔ سبھی اپنے سبھی ہمارے ہمسائے ہیں۔

پھر بھی یہ سوچنا چاہئے کہ کیا آریائی نسل کے لوگ ہندوستان میں رہ کر اصل آریائی نسل کے رہے ہیں یا سامی النسل رہے ہیں یا خالص منگول رہے ہیں۔ آج یہاں پر کوئی خالص نہیں رہا۔ میں اپنے چہرے کو دیکھتا ہوں۔ کہاں گئی وہ آریائی گوری رنگت، وہ نیلی آنکھیں، وہ ستواں ناک، میرے چہرے پر آریائی اور دراوڑ خدوخال ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوتے نظر آرہے ہیں۔ یہاں پر کوئی چہرہ خالص نہیں ہے کوئی زبان خالص نہیں ہے۔ کسی کلچر کا اولین رنگ محفوظ نہیں رہا۔ ہندوستان نے اپنی چھاپ ہر چہرے پر لگائی ہے۔ ہر مذہب پر اپنا اثر ڈالا ہے، ہر زبان کو اپنے سانچے میں سمویا ہے۔ یہاں کوئی دیوتاؤں کی زبان نہیں ہے۔ سبھی انسانوں کی زبانیں ہیں۔ اردو بھی انسانوں کی زبان ہے اور آپ سے انسانوں جیسا حق مانگتی ہے۔ اور یہ حق اس کو مل کے رہے گا۔ زبانیں اتنی آسانی سے مٹائی نہیں جا سکتیں۔ تاریخ شاہد ہے آئرش زبان کو انگریزوں نے آٹھ سو سال تک کچلا مگر آخر کو آئرش زبان اپنے ملک کی سب سے بڑی زبان بن کے رہی۔ زار شاہی نے روسی زبان پر فرانسیسی زبان کو فوقیت دی۔ مگر آخر کو روسی زبان کو اپنے حلقہ اثر میں فوقیت حاصل ہوئی۔ اردو کو زبردستی کچھ عرصے کے لئے بنگالی زبان پر ٹھونسا گیا۔ مگر بالآخر بنگلہ دیش کی سرکاری زبان بنگالی قرار پائی۔ آج اردو زبان پر جو دور ابتلا طاری ہے وہ بھی نہ رہے گا۔ یہ خوبصورت میٹھی زبان ہر ایک سے اپنا حق منوا کے رہے گی۔ برابری کا حق، مساوات کا حق، اس کو بولنے پڑھنے استعمال کرنے کا حق۔ پرائیویٹ سطح سے لے کر سرکاری سطح تک۔ وہ تمام حقوق جو دوسری قومی زبانوں کو مل چکے ہیں وہی تمام حقوق اردو زبان کو بھی ملنا چاہئیں۔ یہی اس کانفرنس کی آواز ہے۔

جناب فراق گورکھپوری کی افتتاحیہ تقریر

حضرت فراق گورکھپوری نے کھلے اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا کہ "مخالفین کو غصہ اس لئے نہیں کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے بلکہ اس لئے ہے کہ اردو اتنی خوبصورت اور اتنی اچھی زبان کیوں ہے۔"

انھوں نے کہا کہ اردو سے نفرت کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندی بگڑ گئی اس کی شاعری میں کھردرا پن پیدا ہو گیا۔ انھوں نے کہا کہ ہندی میں اردو شاعری کی مقبولیت کا خاص سبب یہی ہے۔ اردو شعری مجموعے ہندی میں چھاپ چھاپ کر لوگوں نے کوٹھیاں کھڑی کر لیں۔

انھوں نے کہا کہ وہ یونیورسٹی کے علاقے میں رہتے ہیں یونیورسٹی کے لڑکوں کی باتیں سنتے ہیں تو انھیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی بات چیت میں ایک عجیب بھونڈا پن سا آگیا ہے اردو ہمیں اس بھونڈے پن سے بچاتی ہے۔

فراق صاحب نے کہا "ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے اردو پڑھیں تاکہ ان کے چہروں پر گنوار پن نہ آئے۔ وہ ڈرائنگ روموں میں بیٹھیں تو پھوہڑ اور گنوار نہ معلوم ہوں۔ سلیقے سے بات کر سکیں۔"

عربی فارسی کے الفاظ خارج کرنے کی ایک خاص حلقے کی طرف سے جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فراق صاحب نے کہا کہ ایک بار انھوں نے ۴ ہزار ایسے عربی فارسی الفاظ کی فہرست مرتب کی تھی جن کو ان پڑھ لوگ تک جانتے ہیں۔ ۸ برس کا بچہ تک جانتا ہے۔ انھوں نے پوچھا "آخر آپ کن کن الفاظ کو نکالئے گا!"

فراق صاحب نے کہا کہ وہ ہندی کے مخالف نہیں ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ اردو پڑھ کر ہندی لکھیں گے ان کی ہندی خوبصورت ہو جائے گی پریم چند کی ہندی اسی لیے خوبصورت تھی کہ وہ اردو جانتے تھے۔

آخر میں انھوں نے کہا کہ اردو مرنے والی چیز نہیں ہم تو زمانے کا ساتھ دینے کے لئے اپنی شخصیت کو مکمل کرنے کے لئے اردو کے طرف دار ہیں۔

جناب پنڈت آنند نرائن ملا صاحب کی تقریر

کھلے اجلاس کے آغاز میں صدر انجمن ترقی اردو ہند جناب پنڈت آنند نرائن ملا نے اپنی تقریر میں کہا کہ ۱۹۵۱ء میں ریاست میں اردو بولنے والوں کی تعداد ۴۳ لاکھ سے کچھ زائد تھی جبکہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے بموجب یہ تعداد بڑھ کر ۷۹ لاکھ ۳۲ ہزار سے زائد ہو گئی۔

ملا صاحب نے کہا کہ گذشتہ ۲۵ برسوں میں جبکہ اردو کو کچلا جا رہا تھا اتر پردیش میں اردو بولنے والوں کی تعداد میں ۸۰ فی صدی اضافہ ہوا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہندوستان ٹائمس کی ایک خبر کے بموجب ۱۹۷۲ء میں ہندی بولنے والوں کی تعداد ۷۹.۷۶ فی صدی تھی۔ انھوں نے کہا کہ تمام سرکاری حوصلہ افزائی کے باوجود اگر فرض کیا جائے کہ ہندی بولنے والوں کی تعداد میں آزادی کے بعد کے برسوں میں صرف ۱۰ فی صد اضافہ ہوا ہے تو ۱۹۵۰ء میں ہندی بولنے والوں کی تعداد ۷۰ فی صدی رہی ہو گی۔

ملا صاحب نے سوال کیا کہ ہندی بولنے والوں کی تعداد ۷۰ فی صدی ہونے کے باوجود ہندی کو قومی زبان بنا دیا گیا تو اتر پردیش میں جہاں اردو بولنے والوں کی تعداد سرکاری اعداد کے بموجب بھی ۱۱ فی صدی ہے اردو کو ثانوی زبان کا درجہ دینے سے آخر گریز کیوں کیا جا رہا ہے۔

کانفرنس کی منظور شدہ قراردادیں

لکھنؤ۔ (۱) حکومت ہند سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ جن ریاستوں کی سرکاری زبان ہندی قرار دی جا چکی ہے وہاں اردو کو ثانوی زبان کا درجہ دیا جائے اور وہاں کے تعلیمی اداروں میں میٹرک یا ہائر سکنڈری درجوں تک اردو کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے۔

(۲) مرکزی اور ریاستی حکومتوں سے مطالبہ کیا کہ ان تمام ریاستوں میں جن کی سرکاری زبان ہندی نہیں ہے ان علاقوں کی نشاندہی کی جائے جہاں اردو بولنے یا جاننے والے رہتے ہیں اور ان علاقوں میں اردو کی تعلیم کا مناسب انتظام کیا جائے۔

(۳) ملک کی تمام سیاسی پارٹیوں اور ان سے

لیڈروں سے اپیل کی گئی کہ وہ اردو کو کسی خاص فرقہ یا مذہب سے منسلک نہ کریں اور اردو کو اس کا حق دلوانے میں مدد کریں۔

(۴) مرکزی حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان تمام ریاستوں میں جن کی سرکاری زبان ہندی ہے سرکاری ملازمت دیتے وقت امیدواروں کے لئے میٹرک یا ہائر سکنڈری درجات تک اردو کی تعلیم لازمی قرار دی جائے اور حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ اس کے احکام باہدایت پر ریاستی حکومتیں عمل درآمد کرتی ہیں۔

(۵) مرکزی حکومت سے مطالبہ کیا کہ آل انڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں اردو کے پروگراموں کا وقت بڑھایا جائے اور مختلف ریاستوں میں ریڈیو اسٹیشنوں پر متعلقہ علاقے کے ادبا اور شعرا کو نمایاں نمائندگی دی جائے۔

(۶) ملک کی تمام یونیورسٹیوں سے اپیل کی گئی کہ وہ اپنے یہاں طلبہ کو پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے اردو کا کوئی بھی امتحان دینے کی اجازت دیں اور اس سلسلے میں ضروری سہولتیں فراہم کریں۔

(۷) مرکزی حکومت سے کہا گیا ہے چونکہ مرکزی نظم و نسق کے علاوہ چنڈی گڑھ کی علاقائی زبان سرکاری طور پر اردو قرار دی جا چکی ہے اس لئے چنڈی گڑھ کے تمام اسکولوں میں بلا تاخیر اردو کی تعلیم کو لازمی قرار دے کر اردو کی تعلیم کے لئے مناسب انتظامات کئے جائیں۔

اردو کے چند ممتاز غیر مسلم مصنفین کی پریس کانفرنس

لکھنؤ۔ ممتاز افسانہ نگار اور ناول نویس جناب کرشن چندر نے آج یہاں خیال ظاہر کیا کہ نظم و نسق میں اردو کو بھی جگہ ملنی چاہیے۔

جناب کرشن چندر نے جو یہاں ۱۰ اور ۱۱ نومبر کو ہونے والی آل انڈیا غیر مسلم اردو مصنفین کانفرنس کے سلسلے میں ایک پریس کانفرنس کو خطاب کر رہے تھے کہا کہ کانفرنس کا اصل مقصد اردو کے متعلق پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے۔

ایک سوال کے جواب میں کہ اردو کے مسئلہ کو سیاسی رنگ دینے کی جو کوششیں کی جا رہی ہیں ان کے متعلق ان کی رائے کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اردو کے مسئلے کو سیاسی رنگ ایک خاص سمت میں دیا گیا ہے۔ ایک خاص نوعیت کا پروپیگنڈا ہوا ہے مثلاً یہ کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔ اردو پاکستان کی زبان ہے اس لئے ہندوستان میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہ ہونی چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ اکثریتی فرقے کے لوگوں میں پھیلائی جانے والی اسی قسم کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے یہ کانفرنس ہو رہی ہے

جناب کرشن چندر نے کہا کہ اردو کو پاکستانی زبان کیسے قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ پاکستان میں صرف ساٹھ لاکھ افراد نے اردو کو اپنی مادری زبان تسلیم کیا ہے اور ہندوستان میں ۲ کروڑ ۷۰ لاکھ افراد نے اپنی مادری زبان اردو لکھوائی ہے

جناب کرشن چندر نے کہا کہ اردو بولنے والوں کی اکثریت بلاشبہ مسلمانوں پر مشتمل ہے لیکن یہ صرف مسلمانوں کی زبان نہیں تمام فرقوں کی ساجھے کی زبان ہے۔

جناب کرشن چندر نے کہا کہ ہم زبان کے مذہب سے جوڑے جانے کے مخالف ہیں اسی لئے یہ طے کیا گیا ہے کہ غیر مسلم اردو مصنفین کی یہ کل ہند کانفرنس آخری کانفرنس ہوگی اور اس کانفرنس کے موقع پر غیر مسلم اردو مصنفین کی کوئی تنظیم نہ قائم کی جائے گی کیوں کہ کسی مستقل تنظیم کے قیام کا مطلب ادب کو ہندوؤں اور مسلمانوں کے دو الگ الگ خانوں میں بانٹنا ہوگا۔

اس سوال پر کہ یہ کانفرنس ایک ایسے موقع پر کیوں منعقد کی جا رہی ہے جب اتر پردیش اسمبلی کے انتخابات ہونے والے ہیں جناب کرشن چندر نے کہا کہ کانفرنس کا الکشن سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ ہی یہ کانفرنس حکومت کے اشارے یا امداد سے کی جا رہی ہے۔ یہ محض اتفاقی بات ہے کہ کانفرنس اس زمانے میں ہو رہی ہے جب الکشن قریب ہے۔

ایک اخباری نمائندے نے کہا کہ کانفرنس کا مقصد

الکشن کے موقع پر اردو کے مطالبہ پر زور دے کر کچھ فائدہ حاصل کرنا ہے تو کانفرنس کے ایک کنوینر ڈاکٹر نریش نے جواب دیا کہ ہم نے قطعی طور پر ارادتاً ایسا نہیں کیا لیکن اگر الکشن ہی کے موقع پر حکومت اردو کو کچھ دے دے تو ہم کو کوئی اعتراض نہیں بلکہ خوشی ہوگی۔

جناب کرشن چندر سے پوچھا گیا کہ اردو کے متعلق مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے حالیہ بیانات کیا ہمیشہ کی طرح محض پروپگنڈے کی حیثیت رکھتے ہیں یا وہ انھیں پورا کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

انھوں نے جواب دیا کہ وہ نہیں کہہ سکتے کہ حکومت کیا کرے گی یا کیا نہ کرے گی۔ اب تک تو یہی ہوا ہے کہ وعدے کئے جاتے رہے لیکن انھیں پورا نہیں کیا گیا اس کے باوجود ہم اردو کی ترقی کے لئے اپنی جدو جہد جاری رکھنے کو اپنا فرض تصور کرتے ہیں۔

پریس کانفرنس سے آغاز میں غیر مسلم اردو مصنفین کانفرنس کے چیف کنوینر جناب رام لعل نے کانفرنس کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے زور دیا کہ کانفرنس کے پیچھے کسی سیاسی مقصد کا ہاتھ نہیں ہے۔ کانفرنس حکومت پر زور دے گی کہ وہ اردو کی ترقی کے لئے اقدامات کرے۔

جناب رام لعل نے کہا کہ اردو ہندوستان کی زبان ہے کیوں کہ آج بھی ہندوستان میں پاکستان سے زیادہ اردو ادیب وشاعر رہتے ہیں اور زیادہ اردو کتابیں چھپتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں تو یہ کہنا چاہیے کہ اردو ہماری زبان ہے جسے پاکستان نے بھی اپنا لیا ہے جس طرح اس نے ہماری ایک دوسری بنگالی زبان کو سابق مشرقی پاکستان میں اپنا یا تھا۔

انھوں نے بتایا کہ کانفرنس کے موقع پر غیر مسلم اردو مصنفین کے سلسلے میں جو اعداد اکٹھا کئے گئے ہیں ان کے بموجب ہندوستان میں اس وقت ان کی تعداد ۱۵۰۰ ہے۔ انھوں نے کہا کہ اردو کے ممتاز مصنفین اور شعرا میں بھی بہت سے ہندو اور سکھ شامل ہیں۔

جناب رام لعل نے خیال ظاہر کیا کہ اکثریتی فرقے کو پرائمری سطح تک اپنے بچوں کو اردو پڑھانے پر راضی ہو جانا چاہیے۔

ڈاکٹر نریش نے کہا کہ اگر حکومت ایمانداری کے ساتھ اردو کے لئے کچھ کرنا چاہتی ہے تو اسے ان تمام سرکاری ملازمین کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کی تنخواہ میں معمولی ہی رقم کا کیوں نہ ہی اضافہ کر دینا چاہیے جو اردو کا کوئی محکمہ جاتی امتحان پاس کریں۔

بشکریہ قومی آواز لکھنؤ

ماضی میں اردو کے ساتھ واقعی بے انصافی ہوئی ہے

لکھنؤ۔ وزیر اعظم ہند مسز اندرا گاندھی نے اردو ایڈیٹرس کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے جو تقریر کی اس میں انھوں نے تسلیم کیا کہ ماضی میں اردو کی ترقی و ترویج سے متعلق وعدوں کو پورا کرنے میں غلطیاں ہوئی ہیں لیکن اب اس کی بہت تیزی کے ساتھ تلافی ہونی چاہیے انھوں نے امید ظاہر کی کہ حکومت یوپی اور دوسری ریاستوں کی حکومتیں ان کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گی جو اس زبان کے معاملے میں کی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ آپ نے اردو ایڈیٹروں سے اپیل کی کہ وہ اس زبان کو افتراق و اختلاف کے لئے نہیں بلکہ اتحاد و اتفاق کے لئے استعمال کریں۔

انھوں نے ہندی نوازوں کے لسانی تعصب پر نکتہ چینی کی اور کہا کہ انھوں نے اس کا اس طرح پرچار کیا کہ غیر ہندی ریاستوں کے لوگ اس کے مخالف ہو گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندی پرچار سبھا نے جنوبی ہند میں ہندی کی جو کلاسیں جاری کی تھیں انھیں اس بند کر دینا پڑا۔ اب ان کلاسوں کو پھر سے جاری کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے وزیر اعظم نے انتباہ کیا کہ زبان لوگوں پر تھوپی نہیں جا سکتی۔ الجمعیۃ دہلی

(صفحہ ۱۰ سے آگے)

انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعہ عربی ادب میں انقلاب پیدا کیا اور کئی نسلیں ان کے افکار و نظریات سے متاثر ہوئیں۔ انھوں نے ۱۹۵۳ء میں یورپ جاتے ہوئے ڈاکٹر طہٰ حسین سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ طہٰ حسین کی علمیت اور فراست سے کس قدر متاثر ہوئے تھے۔

پروفیسر مختار الدین احمد کی تقریر کے بعد حاضرین جلسہ نے ڈاکٹر طہٰ حسین کے لئے تعزیتی تجویز منظور کی اور دو منٹ کھڑے ہو کر ایصالِ ثواب کیا۔ ماہنامہ

مراسلات

میر کے ایک شعر کی وضاحت

"ہماری زبان" بابت ۲۲ر اکتوبر ۲۰۰۳ء میں جناب رئیس منظر صاحب نے بمبئی سے میر کے حسب ذیل شعر کی وضاحت چاہی ہے جو استاد محترم ڈاکٹر مسیح الزماں صاحب کی کتاب "حرفِ غزل" صفحہ ۱۰۲ پر موجود ہے جسے نقل کر رہا ہوں ؎

داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب
ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

میر نے اپنے عہد کے ایک رواج پر اس شعر کی بنیاد رکھ کر ایسے لوگوں کے لئے اسے مبہم بنا دیا ہے جنھیں اس کا علم نہ ہو۔ محبت کرنے والے اپنے محبوب کی نشانی کے طور پر اس کا چھلا اپنے پاس رکھتے یا اپنی انگلی میں پہنے رہتے تھے۔ جب ہجر کی کاہش بڑھتی اور یاد زیادہ ستاتی تو اسے گرم کرکے بدن پر رکھ لیتے تھے جس کی وجہ سے اس کا داغ پڑ جاتا تھا۔ محاورے میں اسے داغ کھانا، داغ کھینچنا اور گل کھانا کہتے ہیں۔ اظہارِ غم کا یہ طریقہ ایسا عام تھا کہ محرم کے مہینے میں لوگ امام حسین کا غم ظاہر کرنے کے لئے بھی سینے پر داغ کھایا کرتے تھے۔ خود میر نے اپنے مرثیوں میں اس رسم کا ذکر کیا ہے۔[1] میر کے علاوہ اردو شاعری میں اس رواج کا ذکر بہت جگہ ملتا ہے۔ مثلاً واجد علی شاہ اختر ؎

بدن صاف پہ رنگینی دکھاؤ صاحب
قول ہارے ہو تو گل چھلے کی کھاؤ صاحب

کھاتے ہیں گل جو چھین کر چھلا کسی محبوب کا
ہر برس اک داغ تازہ دے کے جاتی ہے بہار
(رند)

دستِ گل خوردہ و شاخِ گل و گلزار بہم
ان دنوں نشو و نما کرتے ہیں ہیں ضربِ مثل
(سودا)

ان مثالوں کے بعد اس رواج کی موجودگی سے غالباً کسی کو انکار نہ ہوگا لیکن مزید ثبوت کے لئے ہم دیوانِ رند سے ایک منظوم خط کے تین شعر پیش کرتے ہیں جن میں واضح طور پر اس رواج کا بیان ہے تاکہ کوئی خلش باقی نہ رہ جائے۔ پردیس سے عاشق اپنے محبوب کو خط لکھتا ہے اور اس میں یہ فرمائش کرتا ہے کہ ؎

کوئی ہاتھ کا اپنے چھلا ضرور
مجھے بھیجیو خط میں اے رشکِ حور
رہے گا مرے پاس تیرا نشاں
کروں گا میں تعویذ دل حرزِ جاں
اور اکثر جو فرقت میں گھبراؤں گا
اسے لال کر کرکے گل کھاؤں گا

"سے" کے معنی مانند۔ ہجر کی بے تابی اور یادِ محبوب کی شدت میں عاشق نے اپنے ہاتھوں پر جو داغ کھائے ہیں ان کی شکل آنکھوں سے ملتی جلتی ہے اس لئے کہ گرم چھلے کے داغ بھی چھلے ہی کی طرح ہیں۔ یہی داغ ہاتھ پر آنکھوں کی طرح زیب دے رہے ہیں جنھیں دیکھ کر عاشق اس لئے مسرور ہے کہ ان سے اس کی محبت کی گہرائی اور سچائی ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ نرگس کے پھول کو آنکھ سے مشابہ کہا جاتا ہے اس لئے دوسرے مصرعے میں اسی کو یوں ادا کیا ہے کہ ان داغوں کی وجہ سے میرا ہاتھ ان دنوں نرگس کے پھولوں کا گچھا معلوم ہوتا ہے۔

جو لوگ اس رواج سے واقف نہیں وہ پہلے مصرعے کے معنی یہ لیتے ہیں کہ شدتِ غم میں عاشق کی آنکھوں سے خون بہنے لگا ہے جب اس نے اسے پونچھا تو خون کے داغ اس کے ہاتھوں پر پڑ گئے۔ ان معنوں میں دو قباحتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسانی جلد پر جب کوئی ایسی چیز لگ جائے جسے دھویا یا دور کیا جا سکے تو اس کے لئے اردو میں صحیح لفظ دھبّا ہے، داغ نہیں۔ داغ صرف ایسے نشان کو کہا جائے گا جو دھو یا پونچھ کر دور نہ کیا جا سکے۔ دوسری بات یہ کہ خون سرخ ہوتا ہے اس لئے اگر شاعر کا یہی مفہوم ہے تو اس دوسرے مصرعے میں اس کی تشبیہ ایسے پھولوں کے دستے سے دی جانا چاہئے جو سرخ ہوتے ہوں مثلاً گلاب یا لالہ۔ نرگس کا دستہ کہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ میر کا یہ مفہوم نہیں ہے۔

• حامد ندیم
الہ آباد

[1] مراثیِ میر صفحہ ۵۹

انجمن کی خبریں

ریاستی شاخ اترپردیش کا انتخابی اجتماع

لکھنؤ:۔ ریاستی انجمن ترقی اردو اترپردیش کے نمائندوں کا ایک اجتماع اب ۲ دسمبر ۱۹۷۳ء کو بروز اتوار ملیح آباد ہاؤس، ناداں محل لکھنؤ میں ہو رہا ہے۔ اس موقع پر مرکزی انجمن کے صدر پنڈت آنند نرائن ملا صاحب جنرل سکریٹری پروفیسر آل احمد سرور اور حیات اللہ انصاری صاحب اردو کے موجودہ مسائل اور انجمن کی تنظیم پر روشنی ڈالیں گے۔ ۱۱ بجے سے ۱ بجے دن تک پہلی نشست میں ریاستی شاخ کے عہدہ داروں اور نئی مجلس عاملہ کا الکشن ہوگا۔

نئے صدر صاحب کی صدارت میں ریاست اترپردیش کی شاخوں کے نمائندوں کا اجتماع سہ پہر ۴ بجے ہوگا۔

ریاستی انجمن کے جنرل سکریٹری راحت علی خاں نے مقامی شاخوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنی شاخوں کے جدید عہدہ داروں اور ڈیلی گیٹ صاحبان کے نام (جو الکشن میں حصہ لیں گے) معہ ریاستی کوٹہ کے جلد سے جلد ریاستی انجمن کے دفتر بی ۲۴ ریور بنک کالونی لکھنؤ کے پتہ پر بھیجدیں ورنہ ۳۰ نومبر کے بعد انھیں الکشن میں حصہ لینے کا حق نہ دیا جائے گا۔　　• راحت علی خاں، جنرل سکریٹری

انجمن ترقی اردو شاخ رائچور کا جلسہ

۵ نومبر ۱۹۷۳ء کو جناب ڈاکٹر کے۔ ایم غوث محی الدین صاحب صدر انجمن ترقی اردو کی صدارت میں رائچور مجلس عاملہ کا جلسہ منعقد ہوا۔ جناب سری نواس لاہوٹی رکن عاملہ کل ہند انجمن ترقی اردو بحیثیت مہمان خصوصی شریک رہے۔ حسب ذیل امور بہ اتفاق آرا طے پائے!

(۱) رائچور میں اردو ذریعہ تعلیم کے مسائل پر غور کیا گیا۔ دنیز تنظیم کو وسعت دینے پر بھی غور ہوا۔

(۲) اواخر دسمبر میں دہلی میں منعقد ہونے والی اردو کانفرنس کے لئے انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ رائچور کی جانب سے تین مندوبین کی شرکت کے لئے ارکان عاملہ میں سے تین مندرجہ ذیل ارکان کی نامزدگی کی گئی۔

(۱) جناب ڈاکٹر کے۔ ایم غوث محی الدین صاحب (صدر انجمن) (۲) جناب محمد عبد القادر صاحب حجاز وکیل (معتمد انجمن) (۳) جناب ایوب خاں صاحب (نائب معتمد انجمن)

(۳) انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ رائچور کے زیر اہتمام اوائل مارچ میں ضلع کی سطح پر ایک اردو کنونشن (سمینار) طلب کیا جائے۔

(۴) نیز یہ طے پایا کہ صوبائی انجمن ترقی اردو ہند کے قیام کی صورت میں انجمن ہذا سے ایک نمائندہ صوبائی انجمن میں لیا جائے گا۔

• محمد عبد القادر، صدر انجمن

دوسرے اداروں کی خبریں

انجمن اردو مترجمین کا قیام اور دستور العمل

دہلی: اردو ترجمے کے معیار کو بلند کرنے اور اردو مترجمین میں اشتراک و تعاون کی خاطر کل ہند سطح پر ایک تنظیم کی ضرورت کے پیش نظر مجوزہ انجمن اردو مترجمین کے قیام کے سلسلے میں ۱۰ر نومبر کو غالب اکاڈمی میں ایک نشست کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں انجمن کے دستور اور اغراض و مقاصد پر غور و خوض کیا گیا۔ انجمن کے درج ذیل اغراض و مقاصد پیش کیے گئے:

(۱) انجمن کل ہند پیمانے پر اردو مترجمین کی غیر سیاسی تنظیم ہوگی جو سرکاری، غیر سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں یا نجی طور پر اردو ترجمے کا کام کرنے والے افراد پر مشتمل ہوگی۔

(۲) انجمن کا رکن مقررہ فارم کی خانہ پری اور فیس کی ادائیگی کے بعد ہر وہ شخص بن سکتا ہے جو اردو ترجمے کے کام سے متعلق ہو۔

(۳) انجمن کا بنیادی مقصد اردو مترجموں میں اشتراک و تعاون اور ربط و ضبط پیدا کرنا ہوگا۔

(۴) انجمن اردو ترجمے کے معیار کو بلند کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی رہے گی۔

(۵) انجمن اردو میں اصطلاح سازی اور محاورہ بندی کے کام میں خاص طور پر دلچسپی لے گی تاکہ کل ہند سطح پر ہم آہنگی برقرار رکھی جا سکے۔

(۶) غیر ملکی اور ہندوستانی زبانوں کے معیاری ادب کو اردو میں منتقل کرنے کے لئے ہر ایسے ادارے سے عملی طور پر اشتراک و تعاون کرے گی جو اس کام میں مصروف ہو۔

(۷) انجمن حتی الوسع اردو کے معیاری ادب کو دوسری ہندوستانی زبانوں میں منتقل کیے جانے کے لئے بھی اپنی خدمات پیش کرے گی۔

(۸) انجمن اردو مترجموں کی فنی و پیشہ ورانہ دشواریوں پر بھی توجہ دے گی اور انھیں دور کرنے کے لئے مناسب اقدامات کرے گی۔

(۹) انجمن حسب ضرورت اپنے اراکین کو مختلف اداروں میں اردو مترجموں کی خالی ہونے والی اسامی جگہوں سے بھی باخبر رکھے گی۔

(۱۰) انجمن کو اگر ضرورت محسوس ہوئی تو ایک رسالہ بھی شائع کرے گی جو مذکورہ بالا اغراض و مقاصد کی تکمیل و ترجمانی کر سکے۔ •ظفر حسین •

ڈاکٹر طہٰ حسین کی وفات پر تعزیتی جلسہ

عربی کے نامور عالم اور ادیب ڈاکٹر طہٰ حسین کی وفات پر اظہار غم کرنے کے لئے طلبہ و اساتذہ شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کا ایک جلسہ زیر صدارت پروفیسر مختار الدین احمد صدر شعبۂ عربی منعقد ہوا۔ صدر جلسہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ ادھر تھوڑی مدت میں ہمیں عربی کے کئی ممتاز اساتذہ اور اہل علم کا ماتم کرنا پڑا ہے۔ اب اس فہرست میں ڈاکٹر طہٰ حسین جیسے ممتاز ادیب کا اضافہ ہوا ہے۔

ڈاکٹر طہٰ حسین صرف مصر ہی کے سب سے بڑے زندہ ادیب اور نقاد نہیں تھے بلکہ اس وقت پورے عالم عربی میں ان کا مقام سب سے بلند تھا۔

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۴ پر)

تبصرے

محمد انصار اللہ

پیغام حیات

مرتب : ریحانی لکھنوی
ملنے کا پتہ : ہنری مارٹن انسٹی ٹیوٹ پوسٹ باکس ۱۵۲ حیدر آباد (اے۔پی)
قیمت : تین روپے
صفحات : ۱۶۰

یہ چونتیس ہندوستانی مسیحی شاعروں کا تذکرہ ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں لیکن بیشتر وہ ہیں جو ابھی بقید حیات ہیں اور اپنے کلام سے اپنے عقائد کی ترویج و اشاعت کر رہے ہیں۔ اس مجموعے میں شاعروں کے حالات بہت اختصار کے ساتھ لکھے گئے ہیں لیکن اس اختصار میں بھی خوبی یہ ہے کہ ضروری باتیں چھوٹنے نہیں پائی ہیں۔ کلام کا جو انتخاب پیش کیا گیا ہے اس میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ وہ عقائد کا ترجمان ہو تاکہ کلیسائی دعا و عبادت میں گایا جا سکے۔

اس تذکرے میں شاکر میرٹھی جیسے نامور اردو شاعروں کا کلام بھی شامل ہے اور ایسے شعرا کا بھی جنھوں نے فن شعر گوئی اردو کے ممتاز باکمالوں سے حاصل کیا ہے مثلاً ریحانی تلمیذ اثر لکھنوی مرحوم وغیرہ۔ یہ حضرات خود بھی استادی کے درجہ کو پہنچ چکے ہیں۔ بیشتر شعرا قدیم روایات کے پابند ہیں چنانچہ عیق دہلوی صاحب، جناب مونج زیبائی کے شاگرد ہیں اور وہ تلمیذ الکلام حضرت زیبا ناردی کے۔ زیبا صاحب عجب زود گو شاعر ہیں، آجکل لاہور میں مقیم ہیں۔ عرصہ ہوا کانپور تشریف لائے تھے وہاں ان کے اعزاز میں ایک مشاعرہ میں ایک تیز طبع شاعر نے تین قطعات ایسے پڑھے جن میں زیبا صاحب پر چوٹیں کی گئی تھیں۔ اس کے بیٹھتے ہی زیبا صاحب نے صاحب صدر کی اجازت سے اتنے ہی شعروں پر مشتمل تین قطعے سنائے جن میں ہر بات کا مدلل جواب دیا گیا تھا۔ اس مجموعہ میں شامل کئی شاعروں کے کلام میں زبان و بیان اور بندش و فکر کی پختگی پائی جاتی ہے اور یہ بڑی بات ہے۔

کلام میں جہاں کہیں عقائد سے متعلق مخصوص الفاظ یا اصطلاحیں آئی ہیں فاضل مرتب نے حاشیہ پر ان کی وضاحت کر دی ہے۔

اگرچہ شعرا کے تخلص کے حروف تہجی کے لحاظ سے تذکرہ کو مرتب کیا گیا ہے پھر بھی شروع میں اگر ایک فہرست بھی ہوتی تو بہتر ہوتا۔

کتابت اور طباعت اچھی ہے۔ سرورق بھی دیدہ زیب ہے۔ امید ہے کہ شائقین اس کتاب کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے۔

انیس نما

مرتب : عبد القوی دسنوی
قیمت : تین روپے۔ صفحات : ۳۹

اردو میں اشاریہ سازی کا کام بہت کم ہوا ہے۔ کام کی ضرورت کا احساس تو غالباً کم نہیں لیکن اس کام کے کرنے میں جو مشکلات درپیش ہوتی ہیں ان کی وجہ سے اغلب ہے کہ اس طرف لوگوں نے توجہ کم کی ہے۔ بعض اہل قلم سے متعلق اردو میں جو اشاریے شایع ہوئے ہیں ان سے اس کام کو مفید سے مفید تر بنانے میں مدد مل سکتی ہے اس لئے مناسب تر یہ بات ہے کہ آئندہ کام کرنے والے زیادہ توجہ اور زیادہ محنت سے معلومات فراہم کریں اور ان کو اس طرح پیش کریں کہ استفادہ کرنے والے کو کم سے کم وقت ہو اور اسے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہو جائیں۔

پروفیسر عبد القوی دسنوی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اشاریہ سازی کے کام کی طرف خاص طور سے توجہ کی ہے۔ ان کی کتاب "غالبیات" ۱۹۶۹ء میں شایع ہو چکی ہے اور اب انھوں نے "انیس نما" شایع کی ہے۔ اس کے بارے میں خود دسنوی صاحب نے جو فرمایا ہے وہ یہ ہے :

> "مجھے اطمینان ہے کہ میں انیس نما بہت بہتر ترتیب اور بہت زیادہ حوالوں کے ساتھ پیش کر رہا ہوں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۲ پر)

آسلوب احمد انصاری

میر و مصحفی

(گذشتہ سے پیوستہ)

دوسرے یہ کہ انسانی عمل کی ساری قطار داریاں سارے انسانی اعمال اور مشاغل، وہ ساری مخلوق جو ہمارے اردگرد کائنات میں پھیلی ہوئی ہے اور وہ سارے کے سارے پردے جو ہم نے اپنے اوپر ڈال رکھے ہیں، اور جن کی اوٹ میں ہم ہر طرح اپنا آوسیدھا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، یہ سب مل جل کر ایک ایسے تماشے کو جنم دیتے ہیں جس پر شاید صرف ایک نظر ڈال دینا ہی کافی ہے، مگر جس کی دائمی حقیقت پر ایمان لانا غیر ضروری بھی ہے اور احمقانہ بھی۔ ایک بند ملاحظہ کیجئے:

یہ جتنا خلق میں اب جا بہ جا تماشا ہے
جو غور کی تو یہ سب ایک کا تماشا ہے
دنیا فکر اسے یاد، بڑا تماشا ہے
جدھر کو دیکھو، ادھر اک نیا تماشا ہے
غرض میں کیا کہوں، دنیا بھی کیا تماشا ہے

نظیر کی نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کی کائنات نہ صرف مانوس اور جانی بوجھی ہے، بلکہ اس کا جغرافیہ بھی ہندوستان ہی کا ہے، اور اس میں جو کردار سانس لیتے ہیں، ان میں اس سرزمین کی بو باس پائی جاتی ہے۔ نظیر نے جن تجربات سے اپنی نظموں کے لیے خمیر اٹھایا ہے، وہ بھی زبان کے ایک مخصوص استعمال کے متقاضی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ انھوں نے غیر مروجہ ترکیبوں اور الفاظ کی جھنکار سے جو کام لیا ہے، وہ کسی دوسرے شاعر کے یہاں نہیں ملتا۔ اسی طرح نظیر کے یہاں ایک طرح کی (ANIMAL FABLE) بھی ملتی ہے جس کی مثال کہیں اور تلاش کرنا فضول ہے۔ اس طرح نظیر نے گویا اردو شاعری کو ایک نیا موڑ دیا ہے۔

لیکن اس واقعیت نگاری یا ارضیت کے محاکمے میں بے جا مبالغہ کو دخل دینا نامناسب ہوگا۔ مجنوں گورکھپوری نے نظیر کی جزئیات نگاری اور بیروں بینی کا ذکر کرتے ہوئے انگریزی شاعر چاسر پر ان کی فوقیت یہ کہہ کر جتائی ہے کہ چاسر ایسی وسیع معلومات کہاں سے لاتا جیسی نظیر کی نظموں میں ملتی ہے۔ یہ رائے اسی طرح کی ہے جیسے بعض لوگ انہیں کو اردو کا شیکسپیر مانتے چلے آئے ہیں۔ اس قسم کے تبصروں کو پڑھ کر یہ خیال گذرتا ہے کہ شاید لکھنے والے نے کسی راہ گیر سے چاسر یا شیکسپیر کا نام سن لیا ہے اور وہ بے سوچے سمجھے اسے لے اڑا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ انہیں پر ابتذال اور سوقیانہ پن کا الزام جائز ہے اور نہ وہ ایسے عظیم المرتبت شاعر ہیں کہ انھیں صف اوّل کے شعراء کے زمرے میں رکھا جائے، بلکہ وہ دوم درجے کے شاعروں میں ایک اچھے اور کھرے یعنی (GENUINE) شاعر ہیں۔

(صفحہ اسے آگے) اب بھی اس میں اضافہ کی گنجائش ہے کوشش کروں گا کہ آئندہ اسے اور بہتر اور مفید بنا سکوں۔" (ص ۷)

"انیس نما" کی ترتیب بھی "غالبیات" کی طرح دو حصوں میں ہے یعنی:

حسب ترتیب مصنفین اور حسب ترتیب موضوعات مندرجات "مقالات" اور "تصانیف" دو عنوان کتاب پر مشتمل ہیں۔ "تصانیف" کے تحت وہ کتابیں بھی ہیں جو میر انیس کی شخصیت یا شاعری کے کسی پہلو سے متعلق ہیں اور وہ بھی جن میں کسی طرح میر انیس کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ آگیا ہے۔ "مقالات" کا بھی یہی معاملہ ہے۔ کتاب مجلد ہے، اچھے کاغذ پر بہت صاف ستھری چھپی ہوئی ہے لیکن کسی اندراج سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کس پتے پر مل سکتی ہے۔ اغلب ہے کہ شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری سے مل سکے گی۔ میر انیس سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے لئے یہ کتاب بہت زیادہ مفید ہے۔

ناشر انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ، پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم اے نے مسلم یونیورسٹی پریس علیگڑھ میں چھپا کر دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ سے شایع کیا